پیٹرول کی قیمتوں میں ہوش رُبا اضافہ

ڈاکٹر محمد اقبال خلیل

چیئرمین، انسٹیٹیوٹ آف ریجنل اسٹڈیز(IRS) ، پشاور

محترم قارئین!

جب میں نے 1973ء میں گاڑی چلانا سیکھی تو اس وقت پیٹرول کی قیمت تقریباً ساڑھے تین روپے فی گیلن تھی۔ ایک گیلن میں تقریباً ساڑھے چار لیٹر پیٹرول آتا تھا۔ بعد ازاں عالمی منڈی میں تیل کی قیمتوں میں اضافے کا سلسلہ شروع ہوا۔ سعودی عرب میں تیل کی قیمتوں سے متعلق تبدیلیوں اور عالمی معاشی حالات کے باعث پیٹرول کی قیمتیں بڑھتی گئیں، یہاں تک کہ پیٹرو ڈالر کی اصطلاح بھی متعارف ہوئی۔

اس کے باوجود، جب میں 1984ء میں پشاور منتقل ہوا تو حالات آج سے بہت مختلف تھے۔ مجھے یاد ہے کہ 1985ء کے انتخابات میں، جب میرے چچا اعظم چشتی صاحب امیدوار تھے، میں ان کی انتخابی مہم چلا رہا تھا۔ اس زمانے میں میرا ایک نجی کلینک بھی تھا۔ جب کسی مریض سے سو روپے مل جاتے تو میں کلینک بند کر کے انتخابی مہم کے لیے نکل جاتا۔ ان سو روپے میں دس لیٹر کا پیٹرول گاڑی میں ڈلواتا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ مہم پر روانہ ہو جاتا۔

یہ ماضی کی باتیں ہیں، لیکن ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ گزشتہ چند دہائیوں میں پیٹرول کی قیمتوں میں کتنا بڑا فرق آ چکا ہے۔

آج صورتِ حال یہ ہے کہ اخباری اطلاعات کے مطابق پیٹرول کی فی لیٹر قیمت میں مزید اضافہ کیا گیا ہے اور قیمت تقریباً 341 روپے فی لیٹر سے تجاوز کر چکی ہے۔ اسی طرح پیٹرولیم مصنوعات پر عائد لیوی اور دیگر ٹیکسوں کی وجہ سے بھی صارفین پر مالی بوجھ بڑھ رہا ہے۔

اخباری اطلاعات کے مطابق یکم جولائی سے 20 اگست تک پیٹرول کی قیمت میں فی لیٹر 66 روپے 64 پیسے تک اضافہ ہوا۔ گزشتہ کئی ماہ سے پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں مسلسل اتار چڑھاؤ دیکھنے میں آ رہا ہے، تاہم عمومی رجحان اضافے ہی کی طرف رہا ہے۔

پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے کے اثرات

پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافے کا اثر صرف گاڑیوں میں پیٹرول ڈلوانے تک محدود نہیں رہتا۔ پیٹرول اور ڈیزل توانائی اور نقل و حمل کے بنیادی ذرائع ہیں۔ معیشت کے بے شمار شعبے ان پر انحصار کرتے ہیں۔ جب پیٹرولیم مصنوعات مہنگی ہوتی ہیں تو اس کے اثرات پوری معیشت میں پھیل جاتے ہیں۔

سب سے پہلے ٹرانسپورٹ کے کرایوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ جب سامان کی نقل و حمل مہنگی ہو جاتی ہے تو اشیائے ضروریہ سمیت تقریباً ہر چیز کی قیمت بڑھنے لگتی ہے۔ یوں پیٹرول کی قیمت میں اضافے سے مہنگائی کی ایک نئی لہر پیدا ہوتی ہے، جس کا براہِ راست اثر عام آدمی کے گھریلو بجٹ پر پڑتا ہے۔

گزشتہ مہینوں میں بعض مواقع پر پیٹرولیم مصنوعات (لیوی کی مد میں) کی قیمتوں میں ایک ہی مرتبہ تقریباً 132 سے 140 روپے تک اضافے کی اطلاعات بھی سامنے آئیں۔ اس قسم کے غیر معمولی اضافے سے عوام کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

بین الاقوامی سطح پر پیٹرول کی قیمتوں کے تقابلی جائزوں میں بھی پاکستان میں پیٹرول کی قیمت کو تشویش ناک قرار دیا جاتا رہا ہے۔

سوال یہ ہے کہ پاکستان جیسے ملک میں، جہاں عوام پہلے ہی مہنگائی، بے روزگاری اور معاشی مشکلات کا شکار ہیں، پیٹرول کی قیمتیں اس قدر زیادہ کیوں ہیں؟

پاکستان اپنی ضرورت کا کچھ تیل خود بھی پیدا کرتا ہے، جبکہ باقی ضروریات درآمدات کے ذریعے پوری کی جاتی ہیں۔ سعودی عرب اور دیگر تیل پیدا کرنے والے ممالک سے تیل درآمد کیا جاتا ہے۔ بعض دوست ممالک کی جانب سے بھی پاکستان کو مختلف مواقع پر سہولت فراہم کی جاتی ہے۔

لیکن جب عالمی منڈی میں خام تیل، خصوصاً برینٹ کروڈ آئل، کی قیمت میں اضافے کی خبر آتی ہے تو اس کے اثرات جلد ہی ملکی قیمتوں پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

ایک وقت تھا جب پیٹرول کی قیمتوں میں سالانہ بجٹ کے موقع پر تبدیلی کی جاتی تھی۔ پھر یہ تبدیلی ماہانہ بنیادوں پر ہونے لگی، اس کے بعد ہر پندرہ دن اور پھر ہفتہ وار قیمتوں میں ردوبدل کا سلسلہ شروع ہوا۔ اب روزانہ کی بنیاد بار بار قیمتوں میں تبدیلی کی اطلاعات عوام کے لیے پریشانی کا باعث بنتی ہیں۔

اس غیر یقینی صورتِ حال سے معاشی مسائل کے ساتھ ساتھ ذہنی دباؤ اور اضطراب میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ لوگوں کو یہ سمجھ نہیں آتا کہ وہ اپنے روزمرہ اخراجات کس طرح پورے کریں اور آئندہ کے لیے اپنے بجٹ کی منصوبہ بندی کیسے کریں۔

میں خود جب پیٹرول ڈلوانے جاتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ پہلے دو ہزار روپے کا پیٹرول ڈلواتا تھا، پھر یہ رقم تین ہزار، چار ہزار اور بالآخر پانچ ہزار روپے تک پہنچ گئی۔ یہ کسی بھی عام صارف کے لیے ایک بڑا اضافی خرچ ہے۔

موٹر سائیکل استعمال کرنے والے افراد کے لیے بھی یہ ایک سنگین مسئلہ ہے، خصوصاً طلبہ، مزدوروں، دیہاڑی دار افراد اور ان لوگوں کے لیے جو روزانہ کام پر جانے کے لیے موٹر سائیکل یا رکشے کا استعمال کرتے ہیں۔

پیٹرولیم لیوی اور عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ

اس مسئلے پر جماعت اسلامی پاکستان کے امیر حافظ نعیم الرحمٰن صاحب نے بھی توجہ دلائی ہے۔ ان کا بنیادی مؤقف یہ ہے کہ عالمی منڈی سے تیل کی خریداری پر آنے والے اخراجات ایک الگ معاملہ ہیں، لیکن حکومت کی جانب سے پیٹرولیم مصنوعات پر عائد کیے جانے والے ٹیکسوں اور لیوی پر سوال اٹھانا عوام کا حق ہے۔

عالمی منڈی میں تیل کی قیمتیں پاکستان کے براہِ راست اختیار میں نہیں، لیکن مقامی سطح پر ٹیکسوں کے تعین اور عوام کو ریلیف دینے کے حوالے سے حکومت کے پاس فیصلے کرنے کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔

پیٹرولیم مصنوعات پر عائد ٹیکس بالواسطہ طور پر پوری آبادی کو متاثر کرتے ہیں۔ چاہے کوئی طالب علم اپنی موٹر سائیکل پر کالج جاتا ہو، کوئی مزدور روزگار کے لیے رکشہ استعمال کرتا ہو یا کوئی متوسط طبقے سے تعلق رکھنے والا شخص اپنی گاڑی میں سفر کرتا ہو، ہر ایک کو پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہاں تک کہ مہنگی گاڑیاں استعمال کرنے والے افراد بھی اس اضافے سے متاثر ہوتے ہیں۔ ماضی میں بہت سے لوگ اپنی گاڑیوں میں ہائی آکٹین پیٹرول استعمال کرتے تھے، لیکن قیمتوں میں اضافے کے باعث کئی افراد نے اسے چھوڑ کر عام پیٹرول استعمال کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح ایک دور میں سی این جی بھی بہت سے صارفین کے لیے متبادل ذریعہ بنی، اور لوگوں نے اپنی گاڑیوں میں سی این جی کٹس نصب کروائیں۔

یہ تمام مثالیں ظاہر کرتی ہیں کہ عوام بڑھتے ہوئے اخراجات سے نمٹنے کے لیے مسلسل متبادل تلاش کرنے پر مجبور ہیں۔

حکومت کی جانب سے ٹیکسوں میں مزید اضافہ کرنا ایسے حالات میں عوام کے لیے مزید مشکلات پیدا کرتا ہے۔ جب پہلے ہی لوگوں کی قوتِ خرید کم ہو رہی ہو، تو ان پر اضافی مالی بوجھ ڈالنا ان کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کرنے کے مترادف ہے۔

پیٹرولیم مصنوعات پر مختلف ٹیکس اور حکومتی آمدن

پیٹرولیم مصنوعات پر عائد لیوی اور دیگر ٹیکسوں کے معاملے کو محض ایک ٹیکس تک محدود کر کے نہیں دیکھنا چاہیے۔ اس پورے نظام میں مختلف سطحوں پر محصولات وصول کیے جاتے ہیں۔

پیٹرولیم مصنوعات کی قیمت میں حکومتی محصولات، متعلقہ کمپنیوں کے اخراجات اور دیگر عوامل شامل ہوتے ہیں۔ تیل کی درآمد، اس کی ترسیل، ذخیرہ کرنے اور تقسیم کے پورے عمل میں مختلف ادارے اور کاروباری شعبے شامل ہیں۔

آئل مارکیٹنگ کمپنیاں اپنے کاروبار سے حاصل ہونے والی آمدن پر ٹیکس ادا کرتی ہیں۔ اسی طرح پیٹرول پمپ مالکان بھی مختلف نوعیت کے ٹیکسوں اور اخراجات کا سامنا کرتے ہیں۔ تیل کی ترسیل کے لیے استعمال ہونے والے ٹینکروں اور مال بردار گاڑیوں کو بھی مختلف راستوں پر ٹول ٹیکس ادا کرنا پڑ سکتا ہے۔

اس لیے پیٹرولیم کے شعبے سے حکومتی آمدن کا جائزہ لیتے وقت ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھنا ضروری ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں شامل مختلف ٹیکسوں اور محصولات کی مکمل تفصیلات عوام کے سامنے رکھے، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ وہ فی لیٹر پیٹرول کی قیمت میں کس مد میں کتنی رقم ادا کر رہے ہیں۔

شفافیت سے عوام کا اعتماد بحال کرنے اور معاشی پالیسیوں کے بارے میں پائی جانے والی بے چینی کو کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

او جی ڈی سی ایل اور مقامی تیل کی پیداوار میں اضافہ

پاکستان میں تیل اور گیس کی مقامی پیداوار بڑھانے کے لیے بھی سنجیدہ اقدامات کی ضرورت ہے۔ اس حوالے سے آئل اینڈ گیس ڈیولپمنٹ کمپنی لمیٹڈ (OGDCL) ایک اہم قومی ادارہ ہے، جس کا کردار تیل اور گیس کے ذخائر کی تلاش اور پیداوار میں اضافے کے لیے نہایت اہم ہے۔

پاکستان میں تیل کے نئے ذخائر تلاش کرنے، نئے کنویں کھودنے اور موجودہ وسائل سے بہتر استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر مقامی پیداوار میں اضافہ کیا جائے تو درآمدی تیل پر انحصار کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔

تشویش کی بات یہ ہے کہ تیل اور گیس کی تلاش کے لیے ہونے والی سرمایہ کاری اور عملی سرگرمیوں کی رفتار کو مزید تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر نئے کنوؤں کی کھدائی اور تلاش کے منصوبوں پر خاطر خواہ توجہ نہ دی جائے تو پرانے ذخائر سے پیداوار میں کمی کے ساتھ مستقبل کی ضروریات پوری کرنا بھی مشکل ہو سکتا ہے۔

پاکستان کے بعض علاقوں میں تیل اور گیس کے ذخائر موجود ہیں۔ خیبر پختونخوا، سندھ اور بلوچستان سمیت مختلف علاقوں میں مزید تلاش اور تحقیق کے امکانات کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ متعلقہ ادارے جدید ٹیکنالوجی، تحقیق اور مناسب سرمایہ کاری کے ذریعے ان امکانات سے فائدہ اٹھائیں۔ اگر زمین کے اندر موجود ذخائر کی تلاش اور سمندر میں تیل و گیس کی تلاش کے منصوبوں کو مؤثر انداز میں آگے بڑھایا جائے تو ملکی پیداوار میں اضافے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے لیے واضح پالیسی، ادارہ جاتی استعداد، سرمایہ کاری اور مسلسل نگرانی ضروری ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ معدنی وسائل کی ترقی کے ساتھ ساتھ تیل اور گیس کی تلاش کو بھی اپنی ترجیحات میں مناسب مقام دے، کیونکہ توانائی کی ضروریات پوری کرنا ملکی معیشت کے استحکام کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔

مہنگائی، بے روزگاری اور ذہنی دباؤ

پیٹرول کی قیمتوں میں مسلسل اضافے کا سب سے زیادہ بوجھ متوسط اور کم آمدنی والے طبقات پر پڑتا ہے۔ جب آمدن محدود ہو اور اخراجات بڑھتے جائیں تو گھریلو بجٹ کا توازن برقرار رکھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

اس صورتِ حال کے اثرات صرف مالی معاملات تک محدود نہیں رہتے، بلکہ لوگوں کی ذہنی صحت، خاندانی زندگی اور معاشرتی رویوں پر بھی پڑتے ہیں۔

ایک عام آدمی کو روزانہ دفتر، دکان، اسکول، کالج یا کاروبار کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے۔ اگر سفر کے اخراجات میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے تو اس کی مجموعی آمدن کا بڑا حصہ صرف نقل و حمل پر خرچ ہونے لگتا ہے۔

کم آمدنی والے افراد کے لیے یہ صورتِ حال مزید سنگین ہے، کیونکہ ان کے پاس اضافی اخراجات پورے کرنے کے وسائل محدود ہوتے ہیں۔

معاشی دباؤ، بے روزگاری اور روزمرہ ضروریات پوری کرنے میں مشکلات لوگوں میں مایوسی اور اضطراب پیدا کر سکتی ہیں۔ جب نوجوانوں کو اپنے ملک میں روزگار اور بہتر مستقبل کے مواقع کم نظر آتے ہیں تو بیرونِ ملک جانے کا رجحان بھی بڑھ سکتا ہے۔

اس لیے مہنگائی کو محض قیمتوں میں اضافے کا معاملہ سمجھنا درست نہیں۔ یہ ایک وسیع معاشی اور معاشرتی مسئلہ ہے، جس کے اثرات زندگی کے مختلف شعبوں پر مرتب ہوتے ہیں۔

حکومت کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ عوام کی مشکلات کم کرے، ان کے لیے روزگار کے مواقع پیدا کرے اور بنیادی ضروریات تک رسائی کو آسان بنائے۔

اگر حکومت عوام کو مناسب ریلیف فراہم کرنے میں ناکام رہتی ہے تو معاشی بے چینی اور عوامی اضطراب میں اضافہ ہو سکتا ہے۔

بجلی کے بحران اور آئی پی پیز کے معاہدے

پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں کے ساتھ ساتھ بجلی کی قیمتیں بھی عوام کے لیے ایک بڑا مسئلہ ہیں۔

جماعت اسلامی کے امیر حافظ نعیم الرحمٰن صاحب نے بجلی پیدا کرنے والی نجی کمپنیوں، یعنی آئی پی پیز (IPPs) ، کے ساتھ کیے گئے معاہدوں اور کیپیسٹی چارجز کے معاملے کو بھی اجاگر کیا ہے۔

کیپیسٹی چارجز کے تحت بجلی پیدا کرنے کی دستیاب صلاحیت کے عوض ادائیگیوں کا نظام موجود ہے، جس کے باعث بجلی کے شعبے کے اخراجات اور صارفین پر پڑنے والے مالی بوجھ کے حوالے سے سوالات اٹھتے رہے ہیں۔

اس معاملے کا سنجیدہ اور شفاف جائزہ لینا ضروری ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ بجلی کے شعبے میں ہونے والے اخراجات، معاہدوں کی شرائط اور صارفین سے وصول کی جانے والی رقوم کے بارے میں عوام کو واضح معلومات فراہم کرے۔

عوام کو یہ جاننے کا حق حاصل ہے کہ بجلی اور پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافے کے بنیادی اسباب کیا ہیں اور ان مسائل کو حل کرنے کے لیے حکومت کیا اقدامات کر رہی ہے۔

پیٹرول کی قیمتیں ہوں یا بجلی کے بل، ان دونوں کا براہِ راست تعلق عوام کی قوتِ خرید اور ملکی معیشت سے ہے۔ اگر توانائی کے اخراجات مسلسل بڑھتے رہیں تو کاروبار کی لاگت میں اضافہ ہوتا ہے، پیداوار متاثر ہوتی ہے اور عام شہری کے لیے زندگی گزارنا مزید مشکل ہو جاتا ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ حکومت توانائی کے شعبے میں اصلاحات کرے اور عوام پر غیر ضروری مالی بوجھ کم کرنے کے لیے مؤثر اقدامات اٹھائے۔

آئی ایم ایف کی شرائط اور حکومتی ذمہ داریاں

حکومت اکثر معاشی مشکلات اور ٹیکسوں میں اضافے کے حوالے سے بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) کی شرائط کا حوالہ دیتی ہے۔ بلاشبہ بیرونی مالیاتی اداروں کے ساتھ معاہدے ملکی معاشی پالیسیوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود حکومت کی بنیادی ذمہ داری عوام کے مفادات کا تحفظ کرنا ہے۔

اگر حکومت یہ مؤقف اختیار کرتی ہے کہ بعض اقدامات بین الاقوامی معاہدوں کی وجہ سے ضروری ہیں تو اسے یہ بھی واضح کرنا چاہیے کہ عوام پر ان کے اثرات کم کرنے کے لیے کیا متبادل اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔

ماضی میں بھی پاکستان میں آئی ایم ایف کے پروگرام موجود رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود پیٹرولیم لیوی کی شرح مختلف ادوار میں مختلف رہی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ حکومت پیٹرولیم مصنوعات پر ٹیکسوں اور لیوی کے تعین کے حوالے سے اپنے فیصلوں کی وضاحت کرے۔

سوال یہ ہے کہ اگر پہلے نسبتاً کم لیوی کے ساتھ بھی معاشی معاملات چلائے جا سکتے تھے تو اب عوام پر اتنا زیادہ بوجھ کیوں ڈالا جا رہا ہے؟ حکومت کو اس سوال کا جواب دینا چاہیے اور عوام کو اعتماد میں لینا چاہیے۔

حکومت کا کام صرف محصولات جمع کرنا نہیں، بلکہ عوام کو بنیادی سہولتیں فراہم کرنا، معاشی سرگرمیوں کو فروغ دینا اور کمزور طبقات کو ریلیف دینا بھی ہے۔

تعلیم، جامعات اور معاشی بحران

معاشی بحران کے اثرات تعلیم سمیت دیگر بنیادی شعبوں پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔

جب حکومت کے پاس وسائل کی کمی ہو اور مالی دباؤ بڑھ جائے تو تعلیم، صحت اور دیگر ضروری شعبوں کے بجٹ متاثر ہونے کا خدشہ پیدا ہوتا ہے۔

خیبر پختونخوا کی تاریخی جامعہ، پشاور یونیورسٹی، کو درپیش مالی مشکلات بھی اسی وسیع تناظر میں قابل توجہ ہیں۔ کسی بھی یونیورسٹی کے لیے اساتذہ اور ملازمین کی تنخواہوں، ریٹائرڈ ملازمین کی پنشن اور تعلیمی سرگرمیوں کے اخراجات پورے کرنا بنیادی ضرورت ہے۔

اگر جامعات کو مالی وسائل کی کمی کا سامنا ہو تو اس سے تعلیمی معیار، تحقیقی سرگرمیوں اور طلبہ کے مستقبل پر منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔

حکومت کو چاہیے کہ تعلیمی اداروں کے مالی مسائل حل کرنے کے لیے مؤثر حکمتِ عملی اختیار کرے، کیونکہ تعلیم پر سرمایہ کاری دراصل ملک کے مستقبل پر سرمایہ کاری ہے۔

ایک طرف عوام مہنگائی سے پریشان ہیں، دوسری طرف بے روزگاری اور تعلیمی اداروں کی مالی مشکلات معاشی بے یقینی کو مزید بڑھا سکتی ہیں۔ ان مسائل کا حل صرف بیانات سے ممکن نہیں، بلکہ عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔

معاشی مشکلات اور عوامی قوتِ خرید میں کمی

بعض اوقات یہ دلیل دی جاتی ہے کہ بازاروں میں رونق ہے، ہوٹلوں میں لوگ موجود ہیں اور موبائل فون سمیت مختلف اشیا کی فروخت جاری ہے، اس لیے معیشت میں سرگرمی برقرار ہے۔

لیکن معاشرے کے تمام طبقات کی معاشی حالت یکساں نہیں ہوتی۔ ایک طبقہ ایسا بھی ہے جو موجودہ معاشی نظام میں اپنے وسائل اور مواقع کی وجہ سے نسبتاً بہتر زندگی گزار رہا ہے، جبکہ دوسری طرف مزدور، دیہاڑی دار افراد، بے روزگار نوجوان اور کم آمدنی والے خاندان بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لیے بھی مشکلات کا سامنا کر رہے ہیں۔

معیشت کی حقیقی صورتِ حال جانچنے کے لیے صرف بازاروں کی رونق یا بعض اشیا کی فروخت کو دیکھنا کافی نہیں۔ یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ عام آدمی کی قوتِ خرید کتنی رہ گئی ہے اور وہ اپنی آمدن میں گھر کے اخراجات کس طرح پورے کر رہا ہے۔

جب لوگوں کی قوتِ خرید کم ہو جاتی ہے تو وہ بازار سے اشیا خریدنے میں احتیاط کرنے لگتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں کاروبار متاثر ہوتے ہیں، فروخت میں کمی آتی ہے اور تاجروں کو بھی مشکلات پیش آتی ہیں۔

اگر دکانوں میں سامان موجود ہو لیکن خریداروں کے پاس خریدنے کے لیے مناسب وسائل نہ ہوں تو معاشی سرگرمی سست پڑ جاتی ہے۔

یوں مہنگائی صرف صارفین کا مسئلہ نہیں رہتی، بلکہ کاروباری طبقے، صنعت کاروں، تاجروں، مزدوروں اور حکومت سمیت پوری معیشت کو متاثر کرتی ہے۔

جب معاشی سرگرمیوں میں سستی آتی ہے تو کاروبار کی آمدن کم ہوتی ہے، روزگار کے مواقع محدود ہوتے ہیں اور ٹیکسوں کی وصولی بھی متاثر ہو سکتی ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ حکومت ایسی معاشی پالیسیاں اختیار کرے جن سے عوام کی قوتِ خرید بہتر ہو، کاروباری سرگرمیوں کو فروغ ملے اور روزگار کے نئے مواقع پیدا ہوں۔

عوامی بے چینی اور حکومت کی ذمہ داری

معاشی مشکلات کے طویل عرصے تک برقرار رہنے سے معاشرے میں بے چینی، مایوسی اور اضطراب پیدا ہو سکتا ہے۔ جب لوگوں کو اپنی بنیادی ضروریات پوری کرنے میں دشواری پیش آئے اور مستقبل غیر یقینی دکھائی دے تو اس کے منفی اثرات معاشرتی تعلقات اور امن و امان پر بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔

غربت، بے روزگاری اور معاشی محرومی جرائم سمیت مختلف معاشرتی مسائل کے خطرات کو بڑھا سکتی ہیں۔ تاہم ان مسائل کا حل صرف سخت اقدامات میں نہیں، بلکہ بنیادی معاشی وجوہات کو سمجھنے اور ان کے تدارک میں ہے۔

حکومت کو چاہیے کہ کم آمدنی والے طبقات کے مسائل کو ترجیحی بنیادوں پر حل کرے، مہنگائی کے دباؤ کو کم کرے اور عوام کو روزگار کے بہتر مواقع فراہم کرے۔

تاجروں کے مسائل کو بھی سنجیدگی سے سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر بازاروں میں خریداروں کی تعداد کم ہو جائے اور کاروبار کی فروخت متاثر ہو تو تاجروں کے لیے اخراجات پورے کرنا اور ٹیکس ادا کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔

معیشت میں رقم کی گردش کاروباری سرگرمیوں کے لیے ضروری ہے۔ جب عوام کی قوتِ خرید بہتر ہوتی ہے تو وہ اشیا اور خدمات خریدتے ہیں، کاروبار چلتے ہیں، روزگار پیدا ہوتا ہے اور حکومت کو بھی محصولات حاصل ہوتے ہیں۔

اس کے برعکس، جب مہنگائی عوام کی قوتِ خرید کو محدود کر دیتی ہے تو معاشی سرگرمیوں کا یہ پورا سلسلہ سست پڑ سکتا ہے۔

لہٰذا عوام کو ریلیف دینا محض فلاحی اقدام نہیں، بلکہ ملکی معیشت کو متحرک رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے۔

حکومت کے لیے چند اہم تجاویز

موجودہ صورتِ حال میں حکومت کو چاہیے کہ وہ پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں اور ان پر عائد ٹیکسوں کے حوالے سے جامع حکمتِ عملی اختیار کرے۔

اس سلسلے میں درج ذیل اقدامات اہم ہیں:

پیٹرولیم لیوی اور ٹیکسوں پر نظرِ ثانی: پیٹرولیم مصنوعات پر عائد ٹیکسوں اور لیوی کا شفاف جائزہ لیا جائے اور عوام کو ممکنہ ریلیف فراہم کیا جائے۔

قیمتوں کے تعین میں شفافیت: پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں اضافے یا کمی کی وجوہات اور مختلف محصولات کی تفصیلات عوام کے سامنے رکھی جائیں۔

مقامی تیل و گیس کی پیداوار میں اضافہ: نئے ذخائر کی تلاش، کنوؤں کی کھدائی اور جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کے ذریعے ملکی پیداوار بڑھانے پر توجہ دی جائے۔

توانائی کے شعبے میں اصلاحات: بجلی کے شعبے کے اخراجات، آئی پی پیز کے معاہدوں اور کیپیسٹی چارجز کا شفاف اور مؤثر جائزہ لیا جائے۔

کم آمدنی والے طبقات کو ریلیف: مزدوروں، دیہاڑی دار افراد، طلبہ اور کم آمدنی والے خاندانوں کے لیے مؤثر اقدامات کیے جائیں تاکہ بڑھتے ہوئے سفری اور گھریلو اخراجات کا بوجھ کم ہو۔

تعلیم اور صحت کے شعبوں کا تحفظ: جامعات، تعلیمی اداروں اور صحت کی سہولتوں کے لیے مناسب مالی وسائل فراہم کیے جائیں تاکہ معاشی بحران کے اثرات بنیادی خدمات پر کم سے کم مرتب ہوں۔

عوام اور متعلقہ طبقات سے مشاورت: تاجروں، مزدوروں، ماہرینِ معیشت، سیاسی نمائندوں اور دیگر متعلقہ فریقوں سے مشاورت کر کے قابلِ عمل حل تلاش کیے جائیں۔

روزگار اور معاشی سرگرمیوں کا فروغ: ایسی پالیسیاں اختیار کی جائیں جن سے کاروبار کو سہولت ملے، نوجوانوں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہوں اور عوام کی قوتِ خرید بہتر ہو۔

نتیجہ

پاکستان اس وقت متعدد معاشی مسائل کا سامنا کر رہا ہے۔ پیٹرولیم مصنوعات کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ، بجلی کے اخراجات، بے روزگاری، تعلیمی اداروں کی مالی مشکلات اور عوام کی قوتِ خرید میں کمی ایسے مسائل ہیں جنہیں نظرانداز نہیں کیا جا سکتا۔

حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ عوام کی مشکلات کو سمجھے،ان کے مسائل کے حل کے لیے سنجیدہ اقدامات کرے اور معاشی پالیسیوں کے حوالے سے شفافیت کو یقینی بنائے۔

عوام پہلے ہی مہنگائی اور معاشی دباؤ کا سامنا کر رہے ہیں۔ایسے حالات میں انہیں مزید مشکلات سے دوچار کرنے کے بجائے ریلیف فراہم کرنا ضروری ہے۔

حکومت کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ معاشی استحکام صرف اعداد و شمار،اعلانات اور دعوؤں سے حاصل نہیں ہوتا،بلکہ اس کے لیے ایسے اقدامات ضروری ہیں جن کے مثبت اثرات عام آدمی کی زندگی میں بھی نظر آئیں۔

اگر حکومت عوامی مسائل حل کرنے، مہنگائی کم کرنے اور معاشی حالات بہتر بنانے کے لیے مؤثر اقدامات نہیں کر سکتی تو اسے اپنی کارکردگی کا سنجیدگی سے جائزہ لینا چاہیے۔جمہوری نظام میں عوامی نمائندوں کی بنیادی ذمہ داری عوام کی خدمت اور ان کے مسائل کا حل ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ حکومت عوام کو اعتماد میں لے،سیاسی و معاشی قیادت باہمی مشاورت سے مسائل کا حل تلاش کرے اور ملک کو معاشی مشکلات سے نکالنے کے لیے قابلِ عمل حکمتِ عملی اختیار کرے۔

عوام کو ریلیف دینا حکومت کی بنیادی ذمہ داری ہے،اور اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے فوری، سنجیدہ اور مؤثر اقدامات ناگزیر ہیں۔

ڈاکٹر محمد اقبال خلیل

چیئرمین

انسٹیٹیوٹ آف ریجنل اسٹڈیز(IRS) ، پشاور، پاکستان